بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (یو کے)

15 Stanley Avenue, Wembley , UK , HA0 4JQ

امام اور ناظم 020 8903 2689 صدر 020 8524 8212

سیکریٹری 01753 692654 دارالکتب 01753 675182

email: AAII@saziz.globalnet.com Fax: 0870 131 9340

بلیٹن اگست ۲۰۰۳ء

اگست میٹنگ

السلام علیکم ۔ مہربانی فرما کر جماعت کی ہر میٹنگ میں خود شامل ہوں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی ساتھ لائیں ۔

جائے وقوع :۔	دارالسلام
تاریخ :۔	۳ اگست ۲۰۰۳ء
وقت :۔	۳ بجے سہ پہر
موضوع :۔	اسلام کا تصورِ حقوقِ انسانی
	مس حبیبہ انور

باقاعدہ سرگرمیاں

درسِ قرآن : ہر جمعہ شام ۰۰:۳ بجے

میٹنگ منتظمہ : ہر ماہ کی پہلی اتوار شام ۲ بجے

ماہوار اجلاس : ہر ماہ کی پہلی اتوار شام ۳ بجے

فہرست مضامین

تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ ۱

حضرت امیر ڈاکٹر سعید پاشا

خطبہ جمعہ ۱۸ مارچ ۲۰۰۳ء

سورۃ فاتحہ

قرب الٰہی کو حاصل کرنے کے لئے کامل دعا۔

رب، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین نماز میں کامل توجہ پیدا کرتے ہیں

فرمودہ: حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب

’’اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے ۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔‘‘

آج کے جمعہ کے خطبہ کے لئے میں نے قرآن کریم کی پہلی سورت الفاتحہ کا انتخاب کیا ہے۔ ابھی میں نے آپ کی خدمت میں اس کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس کا نام الفاتحہ قرآن کریم کی پہلی سورت ہونے کی وجہ سے رکھا گیا کیونکہ قرآن کریم جو اللہ کی نازل شدہ کتاب ہے، وہ اس سے شروع ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن میں اس سورت کے نام کا ترجمہ The Opening رکھا ہے۔ یعنی کہ کھولنے والی یا جس سے کوئی چیز شروع کی جائے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید

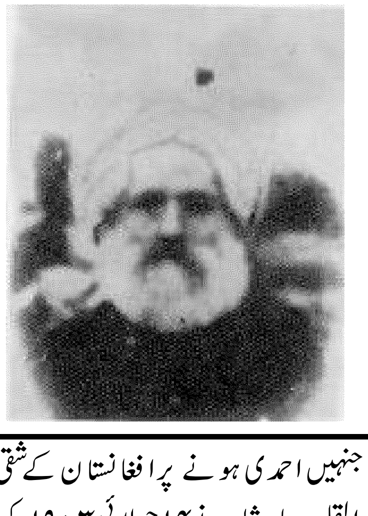

جنہیں احمدی ہونے پر افغانستان کے شقی القلب بادشاہ نے ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو سنگسار کر کے شہید کر دیا۔

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چڑھے

اس کے اور بھی نام ہیں جن میں ام القرآن بھی ہے۔ یہ نام اس لئے کہ اس میں پرانی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اس ہی میں قرآن مجید کا بنیادی پیغام بھی ہے۔ قرآن مجید کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ اللہ اور بندے میں یعنی خالق اور مخلوق میں تعلق قائم رہنا چاہیئے اور اسی لئے اس تعلق کو قربت میں ڈھالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو قرآن کریم کے شروع میں رکھا اور اس کے لئے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا اور ان کو وحی کی صورت میں نازل کیا تاکہ یہ دعا ذاتی نوعیت کا رنگ اختیار کرے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی مخاطب کیا جا رہا ہے۔

یہ سورت اس طرح شروع نہیں ہوتی کہ کسی نے کہا اور انہوں نے کہا یا تم کہو بلکہ نہایت ہی آسان الفاظ میں بندہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو قرآن مجید کے شروع میں رکھا اور اس کو ہر نماز کی ہر رکعت میں فرض قرار دیا گیا۔ اور یوں یہ سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی پہلی وحی اور پہلا لفظ ہی اقرا نازل ہوا جس میں حکم ہے کہ پڑھ۔ سورت فاتحہ اس حکم کی تعمیل ہے اور بڑی کثرت سے پڑھی جاتی ہے اور یہ کتاب مقدس اتنی کثرت سے پڑھی جاتی ہے کہ میرے خیال میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جبکہ کسی نہ کسی گوشے میں کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ اس کا ورد نہ کر رہا ہو۔ ہر مسلمان بچہ کو سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پھر پوری سورت فاتحہ یاد کرائی جاتی ہے۔ اور پھر اس کے معانی اور مفہوم اور اس کی اہمیت سمجھائی یا بیان کی جاتی ہے۔ اس سورت کے ترجمہ کو نہ جانتے ہوئے بھی صرف پڑھنا یا سنا دینا۔ ثواب کا موجب تو ہے لیکن اس حقیقت کو بھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اس کو سمجھ کر پڑھنے اور اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اس کے ذریعہ جذب کی کیفیت پیدا کرنے سے ہی اللہ سے تعلق پیدا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی التجائیں پیش کریں اور کمزوریوں اور کوتاہیوں کی بخشش مانگیں۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ اور عظیم الشان ہستی سے مخاطب ہونے کے طریق کو بھی بیان فرمایا ہے۔ اس سورت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے بغیر کوئی نماز کیا نماز کی کوئی رکعت بھی مکمل نہیں ہوتی۔ اس کا ہرگز یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ یہ سورت قرآن مجید سے کوئی الگ سورت ہے۔ یا یہ کہ یہ قرآن مجید کا حصہ نہیں؟ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں قرآن مجید کے کسی حصہ کی تلاوت سے پہلے اس کا پڑھنا کیوں اتنا ضروری ہے؟ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں۔ تو پھر یقیناً اس سورت کی ایسی کوئی خصوصیت ہوگی جس کی وجہ سے ہمیں اسے اپنے ذہن میں، اپنے قلب میں اور اپنے ذکر و فکر میں شامل کرنا اور اس کے معانی اور مفہوم کی گہرائیوں کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ ہمیں اندرونی بصیرت حاصل ہو اور ہمارے فکر و عمل منور ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی کنجی اسی سورت کے ذریعہ ہمارے ہاتھ میں آتی ہے اور درمیان سے وہ دیوار ہٹ جاتی ہے جو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہے۔

نماز میں کامل توجہ

یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے اور اس پر اکثر و بیشتر گفتگو بھی ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی اکثر بیان کی جاتی ہے کہ تم نماز اس طرح ادا کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہیں تو کم از کم یہ تصور کرو یا اس امر کا مکمل احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا ایسا وجود تو ہے نہیں کہ حقیقتاً ہم یہ کہہ سکیں کہ نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے کھڑے ہیں۔ دائیں طرف کھڑے ہیں یا بائیں طرف یا پیچھے کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارے دلوں میں ہے ہماری شاہ رگ سے قریب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ چلتا ہے۔ ہمارے اندر بھی موجود ہے۔ صرف اس حوالے سے اسے پہچاننے کی ضرورت ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو پہچاننے اور اس کی قربت حاصل کرنے اور اس سے تعلق جوڑنے کے نتیجے میں انعامات اور برکات کے حصول کا طریق بتایا ہے۔

ویسے تو اس سورت کے اور بہت سے نام ہیں۔ مثلاً الحمد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ الشفاء بھی ہے یعنی روحانی اور جسمانی بیماریوں کو اس سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ سبع المثانی یعنی سات کثرت سے پڑھی جانے والی آیات۔ لیکن اس کا سب سے اہم اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک تعلق قائم ہو۔ کیا اس سورت کی سات آیتوں کو صرف بار بار پڑھنے یا سمجھ لینے سے ہی یہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ یا پھر اس میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنانے اور اپنے فکر و عمل میں اس سیدھے راستے کو اختیار کرنے سے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق مانگنے سے بندے اور اللہ کے درمیان تعلق پروان چڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جبھی تعلق قائم ہوگا جب آپ بصیرت کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے اس قادر مطلق ذات کو مخاطب کریں گے۔ اس حوالے سے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بنیادی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آپ نے جو چیز مانگنی ہے یا جو رہنمائی حاصل کرنی ہے تو اسی خالق کائنات سے کریں جو رب ہے اور اس کو مخاطب کرنے کے لئے یہ الفاظ نازل فرمائے ’’اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طلبگار رہے۔‘‘ ہم تیرے ہی دربار کے سوالی ہیں اس لئے تو ہی ہماری رہنمائی فرما اور ہمیں سیدھا راستہ دکھا تاکہ ہم اس ہدایت

کے مطابق عمل کر کے کامیابی کی منزل کو پا سکیں ۔
اس دعا کی قبولیت کی یقین دہانی ایک رنگ میں سورت البقرہ کے شروع میں یوں دی گئی کہ ''یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت ہے''۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان تمام صفات کا حقیقی رنگ میں مالک یقین کیا جائے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور اسی ذات کامل سے ہدایت اور ایمان کی دعا کی جائے تو یقیناً آپ کو ہدایت ملے گی ۔
اس بات کو ایک مثال کے ذریعہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ آپ کسی سے راستہ پوچھتے ہیں وہ آپ کو راستہ بتا تا ہے لیکن آپ اس کی ہدایات کو غور سے نہ سنیں یا ان پر عمل نہ کریں یا از خود کوئی اور راہ اختیار کر لیں یا اصل راستہ کو چھوڑ کر منزل پر جلدی سے پہنچنے کے لئے کسی پگڈنڈی پر چل پڑیں تو آپ بجائے سیدھی راہ کی طرف جانے کے منزل سے دور ہوتے جائیں گے ۔ اسی لئے عقلمندوں کا قول ہے کہ اس پگڈنڈی سے جو گو کہ منزل تک جلد پہنچا سکتی ہو لیکن آپ اس سے پوری طرح واقف نہیں ہیں وہ راستہ زیادہ بہتر ہے جس سے آپ بخوبی واقف ہوں خواہ وہ لمبا ہی کیوں نہ ہو ۔
اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ہدایت رکھ دی اس میں راستوں کی نشاندہی کے لئے سائن پوسٹ لگا دیئے کہ اس مقام سے فلاں مقام تک جانے میں فلاں فلاں جگہیں آئیں گی اور راستے میں یہ خطرات ہوں گے جن سے ہوشیاری سے گزرنا اور بتائی ہوئی احتیاطوں کو پیش نظر رکھنا ہے ۔ آپ کوئی بھی ٹریفک بک اٹھا کر دیکھیں تو اس میں مختلف نشانات کے ذریعہ مختلف راستوں کی سمت ، رکاوٹوں اور خطرات کی تفصیل درج ہوتی ہے کہ اس جگہ سے دائیں طرف مڑیں ، یہاں سے بائیں طرف مڑیں ، اس جگہ رفتار کم کریں ۔ اس جگہ چوراہا آ رہا ہے اس جگہ سڑک ٹیڑھی ہے ۔ اس جگہ سڑک اونچی نیچی ہے ۔ اس جگہ موڑ خطرناک ہے ۔ اس لئے رفتار کم کر کے موڑ کاٹیں ورنہ گاڑی کے الٹنے کا خطرہ ہے ۔ جب تک آپ ان تمام ٹریفک کے نشانوں کے مطلب سے پوری طرح واقف نہ ہوں گے تو آپ ڈرائیونگ لائسنس کے لئے امتحان پاس نہیں کر سکتے اور نہ ہی منزل پر پہنچ سکتے ہیں ۔
قرآن مجید فرماتا ہے کہ ''یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت ہے ۔'' بعض لوگ یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ میں تو متقی نہیں ہوں اس لئے میرے لئے تو یہ ہدایت نہیں ہو سکتی لیکن متقی بننے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ نصاب یعنی ارکان دین اور اس کی کتاب قرآن مجید کو پڑھا جائے اور اس میں درج شدہ ہدایات کے مطابق عمل کیا جائے تبھی وہ متقی بن سکے گا اور خالق کائنات کی ہدایات اور رہنمائی سے فائدہ حاصل کر سکے گا اس لئے وہ شخص جو اپنی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تاکہ روحانی اور مادی ترقی کی منازل طے کر سکے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ قرآن مجید کا گہرا مطالعہ کرے اور اس کی تعلیمات سے اپنی فکر اور عمل کے لئے رہنمائی اور قوت حاصل کرے اور یہی وہ تقویٰ کی راہ ہے جس کو اختیار کرنے ہی سے آپ متقی بن سکتے ہیں اور اللہ کی کتاب ہدایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔

تقویٰ کا صحیح مفہوم

تقویٰ کیا چیز ہے ۔ اس کی تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں ۔ تقویٰ کا مطلب ہے کسی ایسی چیز سے جو آپ کو نقصان پہنچا رہی ہو یا پہنچا سکتی ہو اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا یا بچاؤ کرنا یا اس کے نقصان دہ نتائج یا اثرات سے ڈرتے ہوئے اس سے اجتناب کرنا ۔ لیکن جب تقویٰ کے ساتھ اللہ کا نام آ جائے جیسے اتقوا اللہ تو پھر اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہو جاتا ہے کہ کسی غلط کام کے کرنے سے اللہ کی پکڑ بھی ہو سکتی ہے ۔ پکڑ اور احتساب کا خوف ہی وہ غالب عنصر ہے جس کی وجہ سے عموماً اس لفظ کا ترجمہ صرف خوف ہی کیا جاتا ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کی یہ دعا ''کہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا اور قائم رکھ'' ۔ قبول کر لیتا ہے ۔ تو پھر ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی ہدایت کی اس عظیم الشان کتاب کو بار بار پڑھیں اور پوری طرح سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں ۔ تاکہ ہم تقویٰ کی زندگی گذار سکیں ۔ اسی اہم مقصد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سورت فاتحہ کو جو قرآنی تعلیمات کا نچوڑ ہے اس کی تلاوت کو نہ صرف پانچ وقت کی نمازوں میں بلکہ ہر نفل اور دیگر ہر قسم کی عبادات میں فرض قرار دیا ہے ۔ رسول اکرم صلعم نے تو یہاں تک فرما دیا کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی ۔
سورت فاتحہ میں زندگی کے متعلق جو طریق اور رویہ اختیار کرنے کو کہا گیا ہے اس کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم قرآن مجید کے بتائے ہوئے تقویٰ کی راہ کو اختیار کر سکیں اور ان روحانی اور مادی ترقیوں کے وارث بن سکیں جن کی اللہ اور اس کے رسول صلعم نے یقین دہانی کی ہے ۔ یہ بالکل اسی طرح کی بات ہے کہ اگر آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ میں نوالے کو ہاتھ کے ذریعہ منہ تک نہیں لے جاؤں گا ، منہ نہیں کھولوں گا ، دانتوں سے غذا کو نہیں چباؤں گا ، کھانے کو نگل کر نیچے پیٹ میں نہیں جانے دوں گا لیکن یہ دعا کروں کہ یا اللہ میرے پیٹ میں غذا پہنچ جائے ۔
ہر کام کے کرنے کا ایک طریق ہوتا ہے اور اس طریق پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے ۔ ورنہ مطلوبہ نتائج کبھی بھی اور کسی صورت میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے ۔
یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے پہلی وحی میں سب سے پہلے لفظ اقرا نازل کیا کہ ''پڑھ'' اور ساتھ ہی یہ کہا کہ یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے تخلیق کیا ۔ اور پھر ایک دوسری اہم سورت رحمٰن میں فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے اسی نے بندہ کو قرآن مجید سکھایا ۔ اور پھر سمجھ کر عملی طور پر بیان کرنے کی توفیق بھی عطا فرماتا ہے ۔ اور اس عمل کا کامل نمونہ

ہمارے نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
ہم جب بھی قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے ہیں تو اللہ کا نام لے کر شروع کرتے ہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم سورت نمل آیت ۹۸ میں دیا۔ اور پھر ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سورت کے شروع میں اپنے نام اللہ کے بعد ان چار اہم بنیادی صفات کا ذکر کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ نظام کائنات کو چلاتا اور اس کی سب سے اعلیٰ تخلیق یعنی انسان کی نشوونما اور رہنمائی میں یہ کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ پھر ان صفاتی ناموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنا تعارف بھی کرواتا ہے۔ شروع میں الحمد کے لفظ کو لا کر یہ بیان کر دیا کہ بعد میں آنے والی صفات اور ان کی کارفرمائی اس بات کا یقینی ثبوت ہیں کہ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو تمام تعریفوں کی مالک ہے۔
اللہ کا نام گاڈ (God) موزوں نہیں اس لئے کہ انگریزی کا یہ لفظ نہایت محدود مفہوم لئے ہوئے ہے اور اللہ کا یہ ترجمہ کرنا کسی لحاظ سے مناسب نہیں۔ گاڈ کا لفظ Generation of Dynamics کا مخفف ہے۔ یعنی وہ ذات جس نے تخلیق کے عمل کو اور اس کی بقا کے لئے طریق کار کو گردش میں لائی اور بس۔ اب دنیا خود بخود چلتی جا رہی ہے۔ اس نے چھ ایام میں تخلیق کا کام مکمل کیا۔ ساتویں دن آرام کیا۔ اب اللہ تعالیٰ آرام کر رہے ہیں۔ ان کا اب کاروبار کائنات میں کوئی عمل دخل نہیں۔ نہ وہ بندوں سے بولتا ہے نہ ان کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اسی لئے تو امریکہ کے ایک موقر ہفتہ وار رسالہ لائف کے سرورق پر ایک دفعہ ایک مضمون چھپا جس کا عنوان تھا God is Dead یعنی کہ اللہ تعالیٰ وفات پا چکے ہیں۔
خالق کائنات کے متعلق ایسے خیالات اور تصورات کیوں لوگوں کے ذہنوں میں آتے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ لفظ God ہے اور یہ وہ تصور ہے جو فلسفیوں اور سائنسدانوں نے اپنی تحقیق کے مطابق اس ہستی کے متعلق قائم کیا ہے اور اسی محدود اور ناقص تصور کی وجہ سے یہ غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ محض God کہنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ البتہ اللہ کہنے سے بات بنتی ہے۔ اس لئے کہ یہ نام اس ہستی کا ہے جو تمام حسن اور احسان کی خوبیوں کا مجسمہ ہے اور ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس میں کسی لحاظ اور کسی رنگ میں بھی کوئی نقص نہیں بلکہ کائنات کی ہر تخلیق بشمول انسان ان خوبیوں کے مظہر ہیں اور اس عظیم الشان ذات کی بندگی کے نتیجہ میں یہ حسن اور احسان بندے کو اشرف المخلوق کا بلند ترین درجہ عطا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسے صرف رحمٰن نہیں کہہ سکتے، اس کو صرف رحیم نہیں کہہ سکتے، اس میں تمام خوبیاں اپنی کامل اور احسن شکل میں موجود ہیں اور اللہ کے نام میں اس عظیم الشان ہستی کا تصور سمویا ہوا ہے جس کا اجمالی خاکہ قرآن مجید نے لہ الاسماء الحسنیٰ کے الفاظ میں پیش کیا ہے۔ تو اللہ کا نام ایک قادر مطلق، رحیم و کریم ہستی کا تصور دیتا ہے جو زندہ ہے۔ بولتا ہے، سنتا ہے اور بندے کی دعاؤں کو قبول کرتا اور ہر آن اپنی قدرت اور جلال کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تو نماز میں جب بندہ اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو اس کے دل و دماغ میں وہ کامل تصور ہونا چاہئے کہ ہم کیسی عظیم قدرت والی ہستی کے سامنے کھڑے ہیں اور پھر یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ جو خوبیاں اس میں موجود ہیں بندہ ان خوبیوں کا اظہار اپنے فکر و عمل میں دکھائے۔ اگر اللہ بندوں کی خطاؤں اور کمزوریوں کو معاف کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ بندہ بھی لوگوں کو معاف کرے۔ اگر اللہ بندوں پر رحم کھاتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ بندہ بھی لوگوں پر رحم کھائے۔ اگر اللہ بندوں کی سرکشی اور گستاخیوں پر ایک وقت تک صبر کرتا ہے اور فوری طور پر سزا نہیں دیتا یا پکڑ نہیں کرتا تو وہ چاہتا ہے کہ بندہ بھی صبر دکھائے اور مشکلات میں صبر کرنا سیکھے اور لوگوں سے حسن سلوک کرنے میں استقامت دکھائے اور یہی آزمائشوں میں صبر دکھانے کا فلسفہ ہے۔ اگر صرف نماز پڑھنے اور اللہ سے محض وابستگی کے اظہار پر ہی اللہ کے انعامات کے عطا کرنے کا انحصار ہوتا تو پھر سب نماز پڑھنے والے مسلمان بادشاہ ہوتے اور دنیا کی تمام نعمتیں ان کے قدموں میں ہوتیں اور باقی تمام لوگ اور مذاہب کے ماننے والے ان کے غلام ہوتے۔
جس طرح اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کی کچھ انتہا نہیں اسی طرح ان خوبیوں کے وارث ہونے کے عوض اللہ تعالیٰ کے انعامات کے عطا کی بھی کچھ انتہا نہیں اور پھر اس کے نتیجے میں بندہ جو روحانی ترقیاں حاصل کرتا ہے یا کر سکتا ہے اس کی بھی کچھ انتہا نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفت رب میں اس کے کائنات کو تخلیق کرنے کا عمل ہی نہیں بلکہ اس میں مخلوق کو تدریجاً ترقی اور کمال تک پہنچانے کا عمل بھی شامل ہے اور اس لئے اللہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ بھی درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرے۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو کامل حالت میں پیدا ہوتا ہے۔ ہر طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کو علم حاصل کرنے اور اونچی کلاس میں جانے کے لئے مسلسل محنت کرنی اور اپنے علم میں اضافہ کرنا ہوگا اور اس عمل کو مستقل طور پر جاری رکھنا ہوگا ورنہ ترقی رک جائے گی۔
اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جو معراج کے مقام پر بندہ کو پہنچاتا ہے۔ معراج میں اللہ تعالیٰ نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف ملاقات بخشا اور فضیلت کا بلند ترین مقام عطا کیا وہاں خود حضور صلعم کو اور ان کے ماننے والوں کو اللہ سے تعلق جوڑنے کا بہترین طریق نماز کا عطیہ دیا۔ اسی لئے حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب انسان نماز میں اللہ کے حضور دست

بدست کھڑا ہو تو اس ہستی کی تمام خوبیاں اس کے دل میں گداز اور جذب کی ایسی کیفیت پیدا کر دیں کہ سورت فاتحہ کے کلمات ادا کرتے وقت بندے کا پورا وجود ان کی عملی تصویر بن جائے۔ تبھی تو وہ ان انعامات کا وارث بن سکے گا جن کا ذکر انعمت علیہم کے الفاظ میں کیا گیا ہے اور بندہ اللہ کے غضب اور گمراہی سے بچ کر اس کی حفظ و امان میں آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ان خوبیوں کو اپنانے کی تلقین کو قرآن مجید ایک نہایت لطیف پیرائے میں یوں بیان کرتا ہے کہ ''اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے'' (۱۲۸:۲)۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں بالواسطہ اس امر کا بھی اظہار کیا ہے کہ بندہ کو اس سے تعلق جوڑنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں اور عنایات سے بندے کو نوازے لیکن اس سلسلہ میں اگر بندہ غفلت بھی کرے لیکن پھر اس کی طرف لوٹ آئے۔ تو رسول اکرم صلعم کی حدیث کے مطابق جب یہی بندہ نماز کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ایسی خوشی ہوتی ہے جیسی خوشی اس شخص کو ہوتی ہے جس کی اونٹنی ریگستان میں گم ہو جائے اور پھر اس کو دوبارہ مل جائے۔

تو بھائیو اور بہنو! ہم نے دو باتیں پیش نظر رکھنی ہیں ایک تو یہ کہ ہم خدا کو اللہ کہہ کر پکاریں اور نماز میں اور کاروبار زندگی کے ہر لمحہ کے دوران میں ان تمام خوبیوں اور قدرتوں کا تصور اپنے فکر و عمل میں انتہائی انہماک سے لائیں اور اس ارادے سے اس کے سامنے اپنی تمام کمزوریوں، تمام التجاؤں اور نیک مقاصد کو اس جذبہ اور فروتنی سے پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ کا عفو، بخشش، رحم اور کرم جوش میں آ جائے۔ اسی کیفیت کو بانی سلسلہ احمدیہ، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے پیدا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تقویٰ کی باریک راہوں کو اختیار کرو''۔

علم اللسان کی رو سے بسم اللہ کی اہمیت

قرآن مجید کا پہلا لفظ بسم اللہ 'ب' سے شروع ہوتا ہے۔ لفظ ب کہہ کر ہی درحقیقت آپ ایک دعا کرتے ہیں۔ اس باریک نکتہ پر ذرا غور فرمائیں کہ سورت فاتحہ تو خود ایک مکمل دعا ہے اور پھر اس دعا کا پہلا لفظ بذات خود بندگی اور ربودگی کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ یہ ایک دعا ہے کہ اے اللہ تو مجھے توفیق دے کہ میں جو کام، جو مقصد، جو قدم اٹھانے لگا ہوں اس میں تیری تائید، نصرت، فضل اور کرم شامل ہو جائے اور اس راہ میں جو گمراہی راہ زن ہو یا کوئی قدم تیری ناراضگی کا موجب بنے اس سے مجھ کو بچا۔ اس حرف 'ب' میں یہ دعا بھی پنہا ہے کہ مجھے اس قرآن کو پڑھنے، اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اب ذرا علم اللسان کی روشنی میں حرف ب پر غور کریں۔ ب کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ اس کو دیکھ کر حفاظت کا مفہوم ذہن میں آتا ہے۔ انگریزی لفظ بیٹ جس کو اردو میں بلا کہا جاتا ہے۔ جب گیند آپ کی طرف پھینکا جاتا ہے تو آپ بلے کے ذریعہ نہ صرف اپنا بچاؤ کرتے ہیں بلکہ اس گیند کو دور پھینک کر کامیابی کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ پھر حرف ب کی ساخت کو ایک اور انداز سے دیکھیں۔ یہ کمان کی شکل رکھتا ہے اور نقطہ وہ جگہ ہے جہاں پر تیر رکھ کر آپ دشمن کی طرف اس کو چلاتے ہیں تاکہ آپ اس کے حملے سے بچ جائیں یعنی یہ حفاظت کا ذریعہ ہے۔ پھر اس کو ایک اور طریق پر بھی لیا جا سکتا ہے۔ کہ حرف ب کا اوپر کا کمان نما حصہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی علامت ہے جو کائنات کا رب ہے اور نقطہ انسان ہے جس کی وہ حفاظت کر رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حرف ب کی دعا کے ذریعہ آپ اللہ تعالیٰ سے تمام دنیاوی آفات اور رکاوٹوں سے حفاظت کے طلبگار رہیں۔ پھر 'ب' کو اللہ کے ساتھ ملا کر انسان پر اس حقیقت کو شروع ہی سے واضح کیا گیا ہے کہ وہی ایک ایسی ہستی ہے جو اس لئے عبادت کے لائق ہے کہ وہ تمام خوبیوں اور قدرتوں کا مالک ہے اور یہی خیال اور یہی تصور آپ میں وہ روحانی لذت پیدا کرے گا جو اللہ کا بندے سے تعلق جوڑنے کا نقطہ آغاز بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امر سے کبھی نہیں تھکتا کہ وہ بندے پر اپنا رحم و کرم کرتا رہے اور بار بار کرتا رہے۔ یہی صفات رحمان اور رحیم کا تقاضہ ہے۔ یہ وہ ذات ہے جس نے کائنات کی تخلیق کی۔ اس ایک لمحہ کا ذکر گواہی کے رنگ میں اللہ تعالیٰ نے العصر سے کیا ہے۔ اس لمحہ اللہ کی محبت اور ربوبیت جوش میں تھی اور وہ چاہتا تھا کہ اپنی قدرت اور نعمتوں کے اظہار کے لئے تخلیق کا ایک سلسلہ قائم کرے۔ اس لمحہ کو سائنسی اصطلاح میں Big Bang یعنی ایک نہایت عظیم دھما کا کہا جاتا ہے جس سے کائنات نیست سے ہست میں آ گئی۔ تخلیق کائنات کا عمل کن فیکون کے حکم سے عمل میں آیا۔ رب کائنات کی تخلیق کے ارادہ کے تسلسل میں کائنات، نباتات، جمادات اور پھر خود انسان وجود میں آئے اور ان ساری تخلیقات کا مقصد یہ تھا کہ وہ انہیں اپنی تمام نعمتیں عطا فرمائے اور اپنی خوبیوں کو نہ صرف ان پر ظاہر کرے بلکہ انسان کو ان مادی اور روحانی ترقیوں کا مظہر بنائے جو اس نے صلاحیتوں کے رنگ میں اس میں ودیعت کر رکھی ہیں۔ اس لئے جب آپ نماز میں اللہ کا نام لیتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میں اس کے نام سے شروع کرتا ہوں تو اس لمحہ اس کی وہ تمام خوبیاں اور قدرتیں آپ کے ذہن میں اس یقین کے ساتھ موجود ہونی چاہئے کہ صرف وہی قادر مطلق ہے جو کائنات کے ان وسائط کو اپنے مومن بندے کے لئے مسخر کر سکتا ہے۔ اور ان وسائط کو مسخر کرنے

کے لئے اس کے ذہنی قویٰ میں علم اور قوت بھی عطا کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی چار صفات کی اہمیت

سورت فاتحہ میں ان تمام خوبیوں اور صفات میں سے اللہ تعالیٰ نے خود چار نہایت اہم صفات کا ایک خاص ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان چار صفات کو اگر ایک چوکور کے چار اطراف سمجھ لیا جائے تو آپ کے ذہن میں چار برابر خطوط آ جائیں گے جن کے چار برابر زاویے بنتے ہیں۔ جس کے ایک طرف کے خط کا اگر مربع نکالا جائے تو اس کا رقبہ نکل آتا ہے۔ اس لئے ان چار بنیادی خوبیوں کو جب آپ تصور میں لائیں تو ایک رنگ میں اس کی ہستی کا ایک مجموعی خاکہ ذہن میں آ جائے گا۔ اس خاکہ میں رب، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین وہ چار جہتیں ہیں جو قلب انسانی میں خالق کائنات کی لامتناہی وسعتوں اور قدرتوں کو سمیٹ لاتی ہیں اور اس کے فہم و ادراک میں ان چار صفات کے حوالے سے بندے کی عبودیت میں انکساری اور عجز کی وہ انتہا پیدا ہوتی ہے جس سے محبت الٰہی جوش میں آ کر بندے کو شرف و عزت کا مقام عطا کرتی ہے اور یہی طریق ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کو بندے پر ظاہر کرتا ہے اور آپ کا یہ احساس یقین میں بدل جاتا ہے کہ آپ ایک زندہ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔

رب العالمین وہ ذات ہے جس نے ہماری پیدائش سے بہت پہلے کائنات کی تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس میں سے کچھ کا ہمیں مشاہدہ اور تحقیق کے ذریعہ علم ہو چکا ہے اور آئندہ تحقیق کے ذریعہ مزید علم میں اضافہ اور انکشافات ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی تخلیق کی بھی کوئی انتہا نہیں اور اللہ تعالیٰ کا تمام کائنات اور اس میں انواع و اقسام کی مخلوقات کی تخلیق سے مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی قدرت، اپنی ربوبیت اور رحیمیت کا اظہار کر سکے اور اس اظہار کے لئے اس نے اپنی تخلیق کا شاہکار انسان کو بنایا تاکہ وہ اس سے تعلق کو جوڑ کر اس کی صفات کا زمین پر مظہر بنے اور ایک رنگ میں زمین پر اس کی خلافت کرے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کو صرف اپنی قدرت کا اظہار ہی کرنا تھا تو وہ ہر ایک سیارہ پر کوئی نہ کوئی مخلوق پیدا کر دیتا جو پیدا ہوتی اور اپنا وقت پورا کر کے ختم ہو جاتی۔

اس زمین پر اللہ کی مخلوق کی ہر ایک تخلیق کا ایک اچھوتا انداز ہے۔ شہد کی مکھی کو لے لیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ شعور پیدا کر دیا ہے کہ وہ ایک ہی قسم کے پھولوں سے رس چوستی ہے، واپس اپنے چھتے پر جاتی ہے اور پھر جب ایک پھول سے رس چوسنا شروع کرتی ہے تو مسلسل اسی پر واپس آ کر رس چوستی ہے۔ جب تک کہ وہ ختم نہ ہو جائے لیکن اس کے ذمہ یہ ایک محدود کام ہے کہ پھولوں سے رس چوسو، شہد بناؤ کچھ خود کھاؤ، باقی کا لوگ کھائیں اور مٹھاس کے ساتھ ساتھ بیماریوں کا علاج بھی ہو اور اس کے چھتے سے موم بھی حاصل ہو۔ شہد کی مکھی کی اس صلاحیت کو ودیعت کرنے کو بھی قرآن مجید نے وحی کا نام دیا ہے۔ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کے ذمہ کائنات کی تسخیر کا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے صفت رب کے تحت ہر ایک مخلوق کی فطرت میں جو صلاحیتیں ودیعت کی ہیں اس کا پروگرام بھی اس نے اس کی پیدائش سے پہلے ہی ودیعت کر رکھا ہے۔

رب کی صفت کے تحت اللہ تعالیٰ نے درجہ بدرجہ نباتات، حیوانات، جمادات اور انسان کو درجہ کمال تک پہنچایا اور پھر اس سلسلہ تخلیق کو دوہراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تخلیق کے ان دونوں سلسلوں کو یوں بیان فرمایا ہے: ’’اور وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرتا ہے اور یہ اس پر بہت آسان ہے‘‘ (روم ۳۰: ۲۷)

خود انسان بھی اپنی تخلیق کو کچھ اسی انداز میں وجود میں لاتا اور اس کو دہراتا رہتا ہے۔ خواہ وہ مکان ہو، کوئی صنعت ہو، یا کوئی منصوبہ ہو جس کا مقصد ایک چیز کو بنانا اور پھر اس کو بناتے چلے جانا ہو۔ اسی طرح اگر انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کرتا اور ان کے نتائج پر یقین نہیں رکھتا تو وہ کیسے امید کرسکتا ہے کہ وہ ترقی کے منازل طے کر کے ان افضال اور نعمتوں کو حاصل کر سکے گا جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے۔ اس لئے جب آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ اللہ کی راہ پر چلیں گے تو پھر ان تمام احکامات کی جزیات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ ان چیزوں سے رکنا اور بچنا ہوگا جو ان احکامات کی تعمیل میں رکاوٹ ثابت ہو سکتے ہیں اور مطلوبہ ترقی کی راہ میں حائل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ بات خوب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی تخلیق کو درجہ بدرجہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا وہاں اسے خوب علم ہے کہ انسان بھی درجہ بدرجہ کمال تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے نفس کو کمال تک پہنچانے کے لئے تین مدارج کا ذکر قرآن مجید میں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کے ناموں سے کیا ہے۔ اصلاح اور ترقی ہمیشہ تدریجاً ہوتی ہے۔ آپ ہر روز اپنا محاسبہ کریں کہ آج میں نے کیا اچھا یا بہتر کام کیا ہے جو کل نہ کیا تھا۔ یا کہ آج کیا کمی رہ گئی ہے یا کیا غلط سوچ اختیار کیا یا غلط قدم اٹھایا۔ اس کمی کو آنے والے دن میں پورا کریں۔ اس غلط سوچ یا غلط قدم کو آنے والے کل میں نہ دہرائیں۔ اس طریق پر آپ اپنی اصلاح بھی کرتے جائیں گے اور ساتھ ساتھ ترقی کی طرف آپ کا قدم بڑھتا چلا جائے گا۔

نماز کے ذریعہ روحانی ترقی حاصل کرنے کی کوشش

اور سب سے اہم بات جس کی فکر ہر ایک مسلمان کو ہونی چاہئے یہ ہے کہ آج میں نے ایسا کیا کام کیا جس کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی امید دل میں محسوس ہونے

لگی ہے۔ نماز قلب انسانی میں امید کی اس رمق کو مضبوط سے مضبوط تر بناتی ہے اور یہی وہ سیڑھی ہے جو انسان کو اللہ کی شناخت اور اس پر کامل یقین پیدا کرنے کے لئے معراج کا کام دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان پر بھی ذرا مزید غور کرتے چلئے۔ یہ لفظ رحم سے نکلا ہے اس کے ایک معنی کثرت بھی ہیں۔ یہاں اس سے مراد رحم کی کثرت ہے۔ یہ کثرت اتنی لامتناہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنی تخلیق کی بقا کے لئے اس کی پیدائش سے پہلے تمام ضروری وسائل اور ذرائع مہیا کر رکھے ہیں بلکہ انسانی کوشش کے نتیجہ میں بار بار رحم کرتا اور انعامات دیتا چلا جاتا ہے اور یوں وہ رحمان کے بعد رحیم کی صورت میں اپنے رحم کا اظہار فرماتا ہے۔ رحمانیت کے تحت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ہدایات نازل کیں اور جب انسان ان پر عمل کرتا ہے تو پھر رحیمیت کے تحت وہ ذات انعامات دیتی اور دونوں لحاظ سے اللہ تعالیٰ رحم اور فضل عطا کرنے میں انتہائی فیاضی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

نیکی کے اجر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ دو باتوں کا ذکر کرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہر نیکی کا اجر ضرور ملے گا۔ دوسرے یہ کہ ایک نیکی کا بدلہ کئی گنا دیا جائے گا۔ انسانی کوشش کے نتیجہ میں کئی گنا اجر کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک دانہ بونے پر سودانے اگنے سے دی ہے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

’’اگر عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں اللہ اسے لے آئے گا۔‘‘ (۱۶:۳۱)

’’ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانہ کی مثال ہے جو سات بالیں اگائے ہر ایک بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے کئی گناہ کر کے دیتا ہے۔‘‘ (۲۶۱:۲)

اور پھر انسان کو الناس کہا گیا یعنی یہ کہ وہ خالق کائنات کے سامنے اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہوگا۔ اللہ نے انسان کو پیدا کر کے کچھ فرائض اس کے سپرد کئے ہیں اور اس کا حساب لیا جائے گا کہ ان فرائض کی ادائیگی میں کہاں تک اخلاص اور مستعدی دکھائی گئی اور کہاں ان کے بارے میں غفلت اور لاپرواہی برتی گئی۔ آپ ایک معمولی سی نوکری کرتے ہیں تو آپ کا مالک آپ سے کچھ توقعات رکھتا ہے۔ اسی طرح رب العالمین نے صفت رحمانیت کے تحت آپ کو بلاعوض نعمتیں عطا کیں اور پھر زندگی گزارنے اور اس دنیا میں کاروبار زندگی چلانے کے لئے احکامات اور ہدایات دی ہیں۔ اور چونکہ ان احکامات اور ہدایات کی خلاف ورزی سے دنیاوی نظام میں گڑبڑ واقع ہوتی ہے۔ لوگوں کے حقوق کی حفاظت نہیں ہوتی، ظلم و تعدی اور ناانصافی ہوتی ہے۔ اس لئے پھر وہ ذات جس نے یہ سب کچھ عطا کیا ہے حساب اور گرفت کرنے کا حق بھی رکھتا ہے۔ تاکہ نیکی کی راہ پر چلنے والوں کو بدلہ دے اور بدی کی راہ اختیار کرنے والوں کو سزا دے۔

ایک عام سی بات ہے کہ ایک باورچی کو آپ ملازم رکھتے ہیں، ایک دن وہ بہت عمدہ کھانا پکاتا ہے۔ آپ اس کو خوش ہوکر انعام دیتے ہیں لیکن اس کے بعد وہ کوشش کر کے اچھے سے اچھا کھانا پکاتا ہے لیکن آپ اس کو انعام کیا اس کی تعریف تک نہیں کرتے۔ تو اس طرح اس کے اچھا کھانا پکانے کے شوق اور جذبہ کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صفت رحیمیت کے تحت ہر چھوٹے بڑے نیکی کے کام پر اجر دیتا ہے اور بار بار رحم اور انعام کرتا ہے تاکہ اس کا بندہ نیکی اور بندگی میں زیادہ جوش اور ولولہ سے ترقی کرے اور ذات باری تعالیٰ کے انعامات اور اس کی شفقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے اور بندہ سے اس کی کرم پروری اور حسن سلوک بھی بڑھتا چلا جائے۔

صفت مالک یوم الدین کے ذریعہ اپنی اصلاح کی کوشش

مالک یوم الدین کا ایک مقصد تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا اور دوسرے یہ کہ جو فرائض بندے کے سپرد کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی کے لئے بندے نے مقدور بھر محنت اور کوشش کی یا نہیں کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو استعدادیں اس لئے عطا کیں کہ وہ دنیا میں ترقی کرے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر ایک مالک کے لئے انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ سزا مرتب کرے۔ ایسا نہیں ہے کہ بندہ کو روح کی اصلاح کے لئے جونوں کے چکر سے گزرنا پڑے گا۔

آدمی کو الناس کہہ کر اس کے شرف کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کی روح کو خالق کائنات سے ملنا ہے اور دنیاوی زندگی میں اللہ کی نیابت کرنی ہے اور اسی لئے اس نے انسان کی جسمانی اور روحانی پرورش، تربیت اور اصلاح کا انتظام کیا ہوا ہے اور اس انتظام میں کچھ حصہ رحمانیت کا ہے اور کچھ حصہ رحیمیت کا ہے۔

سورت فاتحہ کی اور بہت سی خصوصیات ہیں جن کا ذکر اس مختصر سے وقت میں نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ میں اس بات پر ضرور زور دوں گا کہ یہ ایک نہایت جامع دعا ہے جو نہ صرف کئی لحاظ سے اللہ کے بارے میں ایمان میں مضبوطی پیدا کرتی ہے بلکہ اس ذات سے مدد اور ہدایت حاصل کرنے کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ اس لئے اس کی تلاوت کو نمازوں تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس کو ایک ورد کی طرح جب بھی موقع ملے پڑھتے رہنا چاہئے۔

میرے نزدیک اس کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ مثلاً جب ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کوئی کام کرتے ہیں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم جان بوجھ کر کوئی غلط کام کریں۔ پھر یہ سورت ہماری

زندگی میں جو رویہ پیدا کرنا چاہتی ہے اس کے ذریعہ ہمارے اندر قناعت اور تشکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ہم پر اچھا وقت ہو، بُرا وقت ہو، نقصان ہو یا فائدہ ہو الحمدللہ کہہ کر ہم اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی تربیت حاصل کرتے ہیں اور یہ انسان کو ایک مثبت رویہ سکھاتی ہے۔ جو دین اسلام کی اہم خصوصیت ہے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے فرمایا کہ ایاک نعبد اور ایاک نستعین کی کثرت سے تلاوت سے نماز میں کامل توجہ اور روح کو ایک جذب کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان روحانی ترقیاں حاصل کرتا ہے۔ جس لمحہ آپ محسوس کریں کہ نماز میں پوری توجہ نہیں پیدا ہو رہی تو ایاک نعبد اور ایاک نستعین کی طرف لوٹ آئیں اور اس کے معنی اور مفہوم کو ذہن میں رکھ کر اسے دہرانا شروع کریں تو نماز میں انشاء اللہ توجہ لوٹ آئے گی۔ اسی سورت میں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا میں استخارہ بھی آ جاتا ہے کہ آپ دن میں بار بار اپنے کاروبار زندگی میں اس کی رہنمائی مانگتے رہتے ہیں اور اگر آپ کی یہ استدعا پرخلوص ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت آپ کو حاصل نہ ہو۔

سورت فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات رب، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین کے تصور کو ذہن میں بٹھانے اور پھر ان کو اپنی عملی زندگی میں کارفرما کرنے سے انسان کی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل ہوتی ہے اور اس تعلق کے پیدا ہونے کے نتیجہ میں دل کی گہرائیوں سے ایاک نستعین اور اھدنا الصراط المستقیم کی دعاؤں کو قبولیت نصیب ہوتی ہے اور اللہ کی صفات کے ذریعہ جو تعلق پیدا ہونا چاہئے اگلی تین آیتوں میں اس کی قبولیت کی صورتوں کا بیان ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی پہلی اور تمام صفات کی جامع صفت رب ہے کیونکہ یہی وہ صفت ہے جو اس کو پوری کائنات کا خالق اور تمام مخلوق کی پرورش اور اس کو ایک مربوط نظام میں ودیعت کردہ صلاحیتوں کے تحت ترقی دینے کی قدرت رکھتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ توجہ اس صفت پر دینے کی ضرورت ہے اسی لئے اس کا ذکر بالکل ابتدا میں کیا گیا ہے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین کے ذریعہ ہم التجا رب العالمین کے سامنے کر رہے ہیں جو رحمان ہے اور بندے کی کوشش کے بغیر ہی زندگی کی بقا کے لئے ضروریات اور نعمتیں فراہم کرتا چلا جاتا ہے۔ آپ نے ٹریفک لائٹ کے پاس مانگنے والوں کو دیکھا ہوگا کہ جہاں سرخ بتی پر ٹریفک رکی تو وہ ہر ایک سے مانگنا شروع کر دیتے ہیں لیکن چونکہ وقت کم ہوتا ہے اس لئے وہ کسی ایک کار والے یا موٹر سائیکل والے کے پاس رکتے نہیں بلکہ اگر ایک سے کچھ ملا یا انکار ہوا تو دوسرے کے پاس گئے۔ پھر تیسرے اور چوتھا کے پاس۔ وہ اسی کے پاس رکتے ہیں جو ان کی طرف متوجہ ہوا یا جس سے ان کو ملنے کی امید ہو۔ تو رحمٰن ایسی ذات ہے جس کے پاس سب کچھ ہے۔ وہ پہلے ہی مانگے بغیر بہت کچھ دے رہا ہے تو مانگنے پر تو یقیناً دے گا اور بار بار دے گا۔ تو ہم نے اس سورت میں دعا کے ذریعہ یہ عہد کرنا ہے کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کریں گے، اسی سے مدد مانگیں گے، اسی سے سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی حاصل کریں اور ان لوگوں کے انعام کے حصول کی درخواست بھی کریں جن پر اللہ نے ماضی میں انعام کئے اور ان لوگوں کے راستہ سے بچنے کی التجا بھی کریں گے جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا یا وہ راستہ سے گمراہ ہوگئے۔

یہ سورت ہماری جماعت کے لئے اس لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس سورت کی عربی زبان میں تفسیر لکھی اور تمام مولوی صاحبان اور علماء کرام کو چیلنج کیا کہ اگر اس سورت کی اس سے بہتر تفسیر پیش کرسکیں تو میرا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ جھوٹا پڑے گا۔ کیونکہ اس تفسیر کے لکھنے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص تفہیم عطا فرمائی ہے۔ آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دیا جا سکا۔ یہ تفسیر عربی زبان میں ''اعجاز المسیح'' کے نام سے شائع ہوئی۔ جو عربی جانتے ہیں وہ اس کو ضرور پڑھیں۔

سورت فاتحہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک نظم لکھی جو ''درثمین'' میں شہادت دعائے فاتحہ کے نام سے شائع ہوئی۔ اس نظم میں آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سورت فاتحہ کو میری نظر سے دیکھو تو اس میں وہ کمالات اور اثرات دیکھو گے جن کا ذکر میں نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

اے دوستو! جو پڑھتے ہو ام الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیبؐ نے بھی پڑھائی دعا یہی
پڑھتے ہو پنج وقت اس کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے در بے نیاز میں
اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کو یہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پر مہر الہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے
پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا
توبہ کرو کہ جینے کا اعتبار کیا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس سورت کے ذریعہ اللہ سے تعلق جوڑنے اور اس کے انعامات اور برکتیں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

(سید ناصر احمد صاحب نے ریکارڈ کئے ہوئے خطبہ کو مرتب و تدوین کیا)